آرائش محفل: ایک طلسمانوی (Fantastic) داستان

سلیم سہیل (محمد اقبال)

Abstract:

Hatim Tai is a legendary figure. Just as Hazrat Amir Hamza,although a real person,has been turned by story teller into a hero of dastans, Hatim also has progressed from real existence to attain a legendary status. The adventures associated with him are full of mythical elements and folkloric stories and can be interpreted on several levels. Fantasy remains a binding factor in his quests.

اردو کے داستانی ادب پر ہیئتی و معنوی حوالوں سے جہاں بہت سے اعتراضات کیے جاتے ہیں ان میں ایک بڑا فتویٰ یہ ہے کہ داستانی ادب مجہول معاشرت کا پیش کار ہے۔ شاید یہ اعتراض درست نہیں اور داستانی متن کو بغیر پڑھے کیا گیا ہے۔ داستانوں پر لگائے جانے والے ہر اعتراض کا جواب دیا جا سکتا ہے مثلاً یہ کہ اس میں پلاٹ مضبوط نہیں ہوتا۔ کہانی میں زمانی و مکانی بُعد پایا جاتا ہے۔ کردار الجھے ہوئے ہوتے ہیں۔ منظر بکھرے ہوئے ہیں علیٰ ہٰذا القیاس۔

لیکن یہاں اس اعتراض سے غرض ہے کہ داستانیں مجہول معاشرت کی عکاسی کرتی نظر آتی ہیں۔ یہاں ایک بات واضح ہے کہ معترضین اگر **آرائش محفل** کا مطالعہ کر لیتے تو شاید یہ بات کہنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی۔ جی ہاں حاتم طائی کا کردار۔ شاید ہی عملیت پسندوں کے حافظے میں ایسا کردار ہو جو عمل میں حاتم کا مقابلہ کر سکے۔ حاتم تمام مصائب کے سامنے سینہ سپر کھڑا ہے۔ اپنے اوپر آنے والی ہر اُفتاد کو برداشت کر رہا ہے۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ مصائب جن سے حاتم نبرد آزما ہے اس کے ذاتی نہیں بلکہ کائناتی ہیں۔ اس خوبی سے حاتم کے کردار میں اشرف المخلوقات کی تمام خوبیاں سمٹ کر اکٹھی ہوگئی ہیں۔ وہ دوسرے انسانوں کی مدد کے لیے ہر وقت مستعد ہے۔ خدمت خلق میں اپنے جسم کا گوشت تک اتار کے نذر کر دیتا ہے۔ حاتم آخر کار تکالیف اور مصائب جھیلتا جھیلتا سرخرو ہوتا ہے اور منیر شامی کا ملاپ سوداگر کی بیٹی حسن بانو سے کروا دیتا ہے۔ وہ سات سوال جن کی تفصیل

درج ذیل ہے:

۱۔ پہلا سوال: ایک بار دیکھا ہے دوسری دفعہ کی ہوس ہے۔

۲۔ دوسرا سوال: نیکی کر اور دریا میں ڈال۔

۳۔ تیسرا سوال: بدی کسی سے نہ کر، اگر کرے گا تو وہی پاوے گا۔

۴۔ چوتھا سوال: سچ کہنے والے کے ہمیشہ ہی راحت آگے۔

۵۔ پانچواں سوال: کوہ ندا کی خبر لاوے۔

۶۔ چھٹا سوال: وہ موتی جو مرغابی کے انڈے برابر بالفعل موجود ہے، اس کی جوڑی پیدا کرے۔

۷۔ ساتواں سوال: حمام بادگرد کی خبر لاوے۔

ان تمام سوالات کی کھوج میں حاتم اپنی زندگی وموت کی پروا کیے بغیر نکل پڑتا ہے۔ ان سوالات کی تلاش تحرک کی ایک عمدہ مثال بن کر سامنے آتی ہے اور زندگی کی بعض بڑی سچائیوں سے قاری کا تعلق پیدا کرتی ہے۔ **آرائش محفل** کے مطالعے سے قاری میں ایک جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم اس دنیا کو اپنے عمل اور خیر کے جذبے سے جنت بنا سکتے ہیں اور شر چاہے کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہو خیر، خیر ہے اور خیر کے جذبے کو شکست نہیں اتنا دلچسپ اور زندگی سے بھرا ہوا کردار شاید ہی اردو ادب کے پاس ہو چونکہ **آرائش محفل** کا گزر ہمارے نصابات سے نہیں ہوا اس لیے یہ زیادہ شہرت حاصل نہ کرسکی اور حاتم جیسے کردار کا اتنا چرچا نہ ہو سکا جتنا ہونا چاہیے تھا ورنہ تو اپنی بنت اور کرداری تحرک اور خیر سے بھری ہوئی اس داستان کو ہم بے جھجک اپنی زندگیوں کا حصہ بنا سکتے ہیں۔

آرائش محفل بنت کے اعتبار سے ہرگز سپاٹ نہیں۔ حاتم کے کردار میں بیانیہ کی سطح پر جمود آ سکتا تھا لیکن حیدر بخش حیدری نے لفظی ومعنوی سطح پر داستان میں اتنی دلچسپیاں بھر دی ہیں کہ **آرائش محفل** سپاٹ بیانیہ بن کر نہیں رہی بلکہ اس میں خیالی ہستیاں، خیالی حیوانات، خیالی مقامات، ساز وسامانی اپنے بیان کی وسعت اور رنگا رنگی کی وجہ سے داستان کو ثروت مند کرتی نظر آتی ہیں۔

اس داستان کی بنت میں حاتم کے کردار میں طلسمانہ کی وجہ سے بہت دلچسپی دیکھنے میں آتی ہے۔ منظر، واقعہ جہاں سپاٹ اور جمود کا شکار ہونے لگتا ہے کوئی نہ کوئی مافوق الفطرت چیز نمودار ہوتی ہے کہ کہانی کو پر لگ جاتے ہیں۔ طلسمانہ **آرائش محفل** کا ایک متحرک جزو ہے۔ اس حربے سے داستان نگار نے جگہ جگہ مدد لی ہے۔ حاتم کا شیر کو گوشت پیش کرنا:

> ''اس بات کو سوچ کر اس کے آگے گیا اور کہنے لگا کہ اے شیر صحرائی؟ میرا گوشت اور میرے گھوڑے کا گوشت حاضر ہے، جس کے گوشت کو یہ خوبی چاہتا ہو، اس کے گوشت کو کھا اور اپنا پیٹ بھر کر جہاں چاہے وہاں چلا جا۔'' (۱)

''کیا خواب دیکھتی ہے کہ ایک شخص بزرگ صورت نیک خصلت، سفید کپڑے پہنے، عصائے سبز ہاتھ میں لیے، گلے میں تسبیاں ڈالے، کھڑاؤں پہنے سرہانے کھڑا کہتا ہے کہ بابا! غم نہ کھا اور اندیشہ مت کر۔ بس وہ کریم کار

ساز ہے،اس سے کچھ عجب نہیں جو تجھے پھر اسی مرتبے پر پہنچاوے؛ چنانچہ اس درخت کے نیچے سات بادشاہت کی دولت گڑی ہے؛ سوحق تعالی نے تیرے ہی واسطے چھپا رکھی ہے۔اب تو اٹھ اور اس خزانے کو اپنے تصرف میں، دل کو یاد خدا میں لگا۔'' (۲)

''وہ متصدیوں سمیت کنویں پر گئے۔کیا دیکھتے ہیں کہ زر سرخ سے مالا مال ہیں۔جو چاہا کہ اس کو نکال کر لاویں، وہیں وہ زر سانپ بچھو کی صورت ہوگیا!'' (۳)

طلسمانہ شعوری یا لاشعوری طور پر داستان نویس کا ایسا حربہ ہے جو وہ اس وقت کام میں لاتا ہے جب داستان میں ساری فضا تعقل کے نرغے میں کانپ رہی ہوتی ہے۔اس صورت میں طلسمانہ ایک کمک بن کر سامنے آتا ہے۔ کبھی کایا کلپ کے راستے، کبھی کسی خیالی مخلوق کی اوٹ میں کہانی کے باطن کو خیر اور حیرت سے بھر دیتا ہے۔ یہاں خواب کہانی کے ان کھانچوں کو بھرتے نظر آتے ہیں جو بڑا خلا بن کر قاری کو الجھن میں ڈال سکتے تھے۔جہاں بھی داستان نے حاتم کی کوئی مصیبت بیان کی ہے اسی لمحے اس کی مدد کو مافوق الفطرت چیزوں کا ایسا جتھا بھیجا ہے جو حاتم کو مصیبت سے نکال دیتا ہے:

''اس بات کو سن کر بھیڑیے نے کہا:''اے جوان! میں اُس مکان کو جانتا ہوں اکثر بزرگوں کی زبانی اس کا پتا پایا ہے۔ نام اس کا ''دشت ہویدا''۔ کہتے ہیں وہاں جو جاتا ہے، سوتمام دن پھرتا ہے اور یہی آواز سنتا ہے۔'' (۴)

''اتفاقاً سودوسو ریچھ اس روز اس جگہ سیر کرنے آئے تھے۔'' (۵)

''......اس کی جورو نے پگڑی میں مہرہ باندھ دیا تھا۔ اس کے یہ خواص تھے کہ جس کے پاس رہے، نہ وہ آگ میں جلے، نہ پانی میں ڈوبے۔''(۶)

''جب نزدیک پہنچا،تب ہزاروں دیو دوڑے اور چاہا کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھا جاویں۔'' (۷)

''حاتم نے کہا''یہ کیا سبب تھا کہ تیری صورت کتے کی بن گئی تھی؟'' (۸)

''تب پری زادوں نے آپس میں مشورت کی کہ اس کو آگ میں ڈالا چاہیے۔'' (۹)

''اتنے میں آفتاب غروب ہوا اور رات ہوگئی۔پریاں اُس لشکر کی طرف چلیں۔'' (۱۰)

''اے بندہ خدا! وہ دو روٹیاں تیری شفیع ہوئی ہیں۔خدائے کریم نے حکم کیا ہے کہ سو دینار تیرے تئیں ہر روز ملا کریں۔'' (۱۱)

''حاتم نے کہا''اے سانپ! تو اپنی خاطر جمع رکھ۔جب تک تو بحال نہ ہوگا تب تک میں یہیں رہوں گا اور کہیں نہ جاؤں گا۔'' (۱۲)

اس تمام فضا میں کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی طرح سے حاتم کو مدد پہنچ رہی ہے۔پریاں جنات، حیوانات، شیر، بھیڑیے اپنے اپنے طریقوں اور اپنی اپنی احتیاجات کو پورا کرنے یا ادھورا چھوڑ دینے کے ساتھ ساتھ حاتم کی مدد کو آ

رہے ہیں۔ ان کی مدد محسوس اور نا محسوس طریقوں سے جاری ہے۔ یہ تمام عوامل خیر کا پرچار کرتے نظر آتے ہیں۔،حاتم چونکہ سراپا خیر ہے اس لیے اس کی مدد کو بڑھنے والا ہاتھ ہے انسانی تخیل کا استعمال بہت عمدگی سے کیا گیا ہے۔کہانی جامد نہیں بلکہ طلسمانہ اپنی موجودگی سے کہانی میں حیرتیں اور دلچسپیاں ڈالتا نظر آتا ہے۔حاتم کے لیے غیب سے مدد پہنچ رہی ہے ۔حاتم کو بے یارو مددگاری میں بھی غذا مل رہی ہے اس کے لیے سرمائے کا بند و بست ہو رہا ہے۔اور سب کچھ حقیقت کی گرفت سے ماورا ہے۔اگر اس میں حقیقت کا دخل رہتا تو داستان کا بیانیہ سپاٹ ہوسکتا تھا:

''مشورت کر کے اس کے پاس آئیں اور جگا کر کہنے لگیں''اے آدم زاد! تو یہاں کس ڈھب سے آیا اور کس واسطے یہ ارادہ کیا؟'' (۱۳)

حاتم مختلف مراحل سے گزر کر آخر کار دروازے کے نوشتے کی خبر لینے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

''سانپ نے کہا کہ اس نے میرے باپ کو مارا ہے، میں اسے ماروں گا۔'' (۱۴)

''پہر رات گئے وہ بچھو پتھر کے تلے سے نکل کر گائیوں کی طرف گیا اور اچھل کر ایک گائے کے سر پر ڈنک مارا اور وہ تڑپ کر مرگئی۔''(۱۵)

''اُس نے کہا کہ یہ گرمی سرخ سانپ کے زہر کی ہے اور اس زمین سے اُسی کے منھ کی آگ نکلتی ہے؛ اُسی باعث سے اس زمین کا رنگ لال ہے اور نہیں تو یہ آگے سبز تھی۔'' (۱۶)

''اتنے میں ایک درخت عالی شان سامنے سے نظر پڑا ،جب اُس کے پاس پہنچا، دیکھا کہ ہر ایک ڈالی میں اس کی سیکڑوں سر آدمیوں کے لٹکتے ہیں۔''(۱۷)

''اس بات کو سن کر حضرت خواجہ خضر نے اپنا عصا اس درخت پر مارا اور اسم اعظم پڑھ کر فرمایا کہ لے اب اس درخت پر چڑھ جا۔یہ کہہ کر آپ اس کی نظروں سے غائب ہو گئے۔''(۱۸)

حاتم کو جگہ جگہ پر مصائب سے چھٹکارا دلوانے میں ناممکنات اعمال ممکنات کی شکل میں ڈھل کر آرہے ہیں۔وہ جب کسی مشکل میں بے چیت ہو کر ٹوٹنے لگتا ہے تو خواجہ خضر آتے ہیں۔کوئی پری آجاتی ہے،جن آجاتا ہے جو کسی نہ کسی مخالفت یا مخاصمت میں حاتم کو پہلے دکھ دیتا ہے پھر کسی جذبے سے سرشار ہوکر حاتم کی مدد کر دیتے ہیں۔

تمام اسفار جو حاتم کو درپیش رہے ان میں اگر یہ غیبی ندائیں ساتھ نہ دیتیں تو حاتم کا منصوبہ کبھی پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا تھا۔حاتم کا درس ہمیں اپنی اخلاقیات کا بنیادی حصہ سمجھ کر قبول کرنا ہوگا اور یہ سفر مذہبیات کے کسی بھی دائرے سے متصادم نہیں ۔نہ ہی کہیں پر متجاوز نظر آتا ہے۔ ہمارے ہاں طریقت کی بھی منازل ہیں ۔سالک ان منازل کو طے کرنے کے بعد طریقت کا پرچار کرتا ہے۔حاتم کی تمام مہمات میں طلسمانہ کے عناصر اس کی زندگی میں آسودگی کا باعث بنتے ہیں ۔ایک تشفی، دلاسا، ڈھارس۔ اگر حاتم کی مہمات میں سے طلسمانہ کے عناصر کو نکال دیا جائے تو واقعات میں وہ دلچسپی نہیں رہے گی جو فی الوقت محسوس ہوتی ہے۔

طلسمانہ اس داستان میں نہایت متوازن طریقے سے درآتا ہے۔ ایسا نہیں کہ قاری طلسمانہ کی بھول بھلیوں میں کھو کر رہ جائے اور اسے منزل کا سرا نہ مل سکے ۔ یہاں تو طلسمانہ قاری کے ساتھ چلتا ہے اور اس قرات میں اپنی

موجودگی سے اس میں دلچسپی کا سامان کرتا نظر آتا ہے۔

''خواجہ نے کہا کہ تو میرا عصا پکڑ اور آنکھیں اپنی بند کر۔اس نے انھیں کے کہنے کے بہ موجب کیا۔ بعد ایک دم کے پاؤں اس کا زمین پر جالگا؛ آنکھیں کھول کر جو دیکھا.........'' (۱۹)

'' 'سرتک' پکارا کہ اے حاتم ہوشیار! کہ یہ دوسرا سحر ہے۔'' (۲۰)

''زمین پر گر پڑا اور گرتے ہی پیشاب کر دُم کو اُس میں بھگو کے ہلانے لگا۔حاصل کلام جہاں جہاں اس کی بوندیں پڑیں وہاں آگ لگ اُٹھی۔''(۲۱)

''یہ نہایت متفکر ہوا اور کہنے لگا''یاالٰہی! اب اسے کیوں کر پار اتروں، سوائے تیرے کون بیڑا پار کرے گا۔''اتنے میں ایک ناؤ نظر پڑی کہ ادھر ہی چلی آتی ہے۔''(۲۲)

''ندان وہ سانپ نزدیک آیا اور اپنی دم ایسی سخت کر کے ہلائی کہ آدمی سب کے سب سر جھکائے زمین پر گر پڑے۔''(۲۳)

''اتنے میں وہ قریب آ پہنچیں ۔ ایک بڑھا نورانی صورت داہنے ہاتھ کو نمود ہوا اور کہنے لگا ''اے جوان! بزرگوں کا کہنا تو نے نہ مانا، آخر پشیمان ہوا۔''(۲۴)

حاتم بولا''اے مرد خدا! کیا کروں، مجھ کو طاقت نہیں۔ان بچھوؤں سے جن کے ڈنگ ایسے ہیں کہ اگر پتھر پر ماریں تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاوے، کیوں کر مقابلہ کر سکوں ۔''(۲۵)

حاتم بالآخر تمام مصائب پر قابو ڈال کر داستان میں خیر کی علامت بن جاتا ہے اور داستان میں مجہول معاشرت کی عکاسی کو ایک مہمل بیان قرار دینے کی علامت بھی ۔

حوالہ جات

(۱) حیدر بخش حیدری، **آرائش محفل**، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۴ء، ص۵

(۲) ایضاً ، ص۱۵

(۳) ایضاً ، ص۲۸

(۴) ایضاً ، ص۴۲

(۵) ایضاً ، ص۴۹

(۶) ایضاً ، ص۵۵

(۷) ایضاً ، ص۷۲

(۸) ایضاً ، ص۱۰۹

(۹) ایضاً ، ص۱۱۵

(۱۰) ایضاً ، ص۱۲۳
(۱۱) ایضاً ، ص۱۳۷
(۱۲) ایضاً ، ص۱۳۸
(۱۳) ایضاً ، ص۱۴۶
(۱۴) ایضاً ، ص۱۵۲
(۱۵) ایضاً ، ص۱۶۱
(۱۶) ایضاً ، ص۱۶۹
(۱۷) ایضاً ، ص۱۹۲
(۱۸) ایضاً ، ص۱۹۹
(۱۹) ایضاً ، ص۲۰۲
(۲۰) ایضاً ، ص۲۱۴
(۲۱) ایضاً ، ص۲۵۴
(۲۲) ایضاً ، ص۲۶۳
(۲۳) ایضاً ، ص۳۴۱
(۲۴) ایضاً ، ص۳۴۵
(۲۵) ایضاً ، ص۳۴۷